بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

کرپشن کا علاج کیسے

خرم مراد

آج پبلک عہدوں اور اختیارات کے بل پر قومی دولت اور پبلک اموال و املاک کی لوٹ کھسوٹ کا مرض سرطان کے ناسور کی طرح پورے جسد قومی میں پھیل چکا ہے' اور اس کی ہلاکت کے درپے ہے۔ کرپشن کا لفظ انگریزی ہے اور 'فساد' کی طرح 'وسیع معانی رکھتا ہے' لیکن دیکھتے دیکھتے یہ اجنبی لفظ اسی لوٹ کھسوٹ کے معنوں میں زبان زد عام ہوگیا ہے۔

کرپشن کئی صورتوں میں صاف دیکھا جاسکتا ہے۔ کہیں صاحبان منصب بے دریغ قومی مال و املاک غصب کرکے ذاتی جائداد بنارہے ہیں۔ کہیں وہ کروڑوں اربوں کی ملکیتوں کو بے دردی کے ساتھ کوڑیوں کے مول بخش کر اپنے بنک بیلنس بے تحاشا بڑھا رہے ہیں۔ ہر چیز چرائی جارہی ہے' نہروں میں بہنے والا پانی بھی اور نصف کے قریب تک تاروں میں بہنے والی بجلی بھی۔ کہیں سرکاری کنٹریکٹ دینے پر ۳۰ فی صد تک کمیشن طلب کیے جاتے ہیں۔ جو بالآخر قومی خزانے ہی سے آتے ہیں' سرکاری امور حسب دل خواہ نپٹانے کے لیے' اور اکثر قومی خزانے کو نقصان پہنچاکر نپٹانے کے لیے' بڑی بڑی رشوتیں وصول کی جارہی ہیں۔ سرکاری پیسے سے بے دریغ خرچ کرنے اور داد عیش دینے میں کسی قسم کا تامل نہیں۔ آج وزیر اعظم ہاؤس اور ایوان صدر کے اخراجات کسی طرح تعلیم و صحت کے بجٹ سے کم نہیں۔ قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

یہ کوئی ڈھکا چھپا کاروبار نہیں۔ ہر زبان پر اس کرپشن کی مذمت ہے۔ لعنت ملامت کرنے میں سب سے تیز وہ ہیں جو سب سے زیادہ بااختیار مناصب پر فائز ہیں یا رہے ہیں۔ وہی اس ناسور کے علاج کے سب سے زیادہ ذمہ دار بھی ہیں۔ لیکن کرپشن میں کمی ہونے کے بجائے اس میں روزبروز اضافہ ہورہا ہے۔ کوئی موثر قدم اٹھانے کا کیا سوال' ہمارے خیال میں تو اس کاروبار کی ساری رونق اور فروغ ان ہی کے دم قدم سے ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ یہ کچھ آج کے حکمرانوں ہی کا معاملہ نہیں' فوجی آمر رہے ہوں یا منتخب آمر' کسی نے بھی زبانی جمع خرچ سے زیادہ کبھی کچھ نہیں کیا' بلکہ الٹا سیاسی اور اقتصادی کرپشن کو خوب فروغ دیا تاکہ اپنا اقتدار سلامت رہے۔ جب مجرم ہی تفتیش کنندہ ہو' وہی

وکیل ہو' وہی جج' تو اصلاح کیسے ہو۔

حال میں یہ مسئلہ ایک دم توجہ کا مرکز بن گیا ہے۔ ایک طرف حکومت اور حزب اختلاف نے اپنی محاذ آرائی میں کرپشن کو ایک گیند بنا لیا ہے اور اسے گیند کی طرح خوب اچھالا جا رہا ہے۔ اگرچہ ہماری رائے میں دونوں میں سے کوئی بھی اس بارے میں سنجیدہ نہیں۔ آج کے حکمران کوئی بھی موثر قدم اٹھانے سے انکاری ہیں' سوائے اس بہانے اپنے سیاسی مخالفین کو سیدھا رکھنے کے۔ آج کی حزب اختلاف ان سے بالکل مختلف نہ ثابت ہوگی۔ آپ ہی سوچیے کہ اگر کوئی موثر غیر جانب دار مشینری بن جائے اور جاپان و اٹلی ہی کی طرح سابق وزرائے اعظم تک جیل جانے لگیں' تو ان میں سے کون بچے گا۔

دوسری طرف' جناب صدر نے دونوں ایوانوں کے نام اپنے پیغام کے ذریعے کرپشن کے مسئلے کو قومی زندگی کی سرخی بنا دیا ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ ان کا یہ پیغام ایک ایسے کک سے زیادہ کام نہ کرے گا جو گیند اور اوپر اچھال دے' مگر گول نہ کر سکے۔ ریفری گول کیسے کرے' خصوصاً جب کہ اس کی کوئی ٹیم نہ ہو۔ ہمیں ان کی نیک نیتی میں کوئی شک نہیں' لیکن ان کے اقدام کے نتیجے میں سیاسی سیٹ اپ بدلنے کی راہ تو ہموار ہو سکتی ہے' کرپشن پر قابو پانا محال ہے۔

ہم یہ بات کسی مایوسی کی بنیاد پر نہیں کر رہے' نہ مایوسی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تو صرف سنتِ الٰہی بیان کر رہے ہیں تاکہ حقیقت کا صحیح ادراک ہو' اور جتنا کچھ علاج' جس طرح' کرنا ممکن ہو' اس کے لیے قوم عملی تدابیر اختیار کرے۔ سنت الٰہی یہی ہے کہ جو لوگ خود اصلاح کرنا نہ چاہیں' بدی پر قائم رہنا چاہیں' اسے ختم کرنا نہ چاہیں' کوئی غیبی قوت' کوئی نیک خواہش اور کوئی وعظ ایسا نہیں جو ان کو بہ زور اصلاح کے راستے پر ڈال دے' نیک بنا دے' اور برائی کو ختم کر دے۔ ارباب قیادت سے خطاب و تنبیہہ تو اس لیے ضروری ہے کہ ان کے اور قوم کے سامنے ان کی صحیح تصویر آجائے۔ ورنہ اختیارات کا سرچشمہ تو قوم ہے۔ اور ہمارے خیال میں' اس وقت حکومت اور حزب اختلاف کی باہمی محاذ آرائی اور صدر کے رول نے ایک سازگار صورت حال پیدا کر دی ہے۔ اس سازگار صورت حال میں ضروری ہے کہ دانش مند اور دین پسند قیادت قوم کو کھڑا کرے اور اس کا وزن اور آواز اس ناسور کے علاج کے لیے موزوں اور موثر اقدامات کے نفاذ کے حق میں ڈلے۔ بہت کچھ فوراً نہ بھی ہو سکے' تو ہمیں یقین ہے کہ اس وقت کم سے کم چند موثر اور معقول تدابیر قانون کا جامہ ضرور پہن سکتی ہیں۔ ایسے ادارے بھی وجود میں آسکتے ہیں جو آج نہیں تو کل موثر ثابت ہوں۔ اور شاید کچھ ایسے اقدامات بھی اٹھائے جا سکیں جو اصلاح کا راستہ کھول دیں۔

۱۔ ان تدابیر میں سب سے ضروری تو ایک اعلیٰ اور با اختیار احتسابی عدالت کا قیام ہے' جیسا کہ ان صفحات (اگست ۹۶) میں تجویز کیا جا چکا ہے۔ یہ کام کرانا بھی آسان نہ ہو گا' لیکن اس وقت فضا ایسی ہے کہ یہ ناممکن بھی نہیں۔ اس عدالت کو موثر ہونے کے لیے سپریم کورٹ کی طرح با اختیار ہونا چاہیے' اگرچہ اس کے فیصلوں کے خلاف ایک اپیل کا حق ضرور ہو۔ اسے شہریوں کی طرف سے درخواست پر یا از خود (سوموٹو) بھی کارروائی کا اختیار ہونا چاہیے۔ سپریم کورٹ کی ایک مستقل خصوصی بنچ بھی یہ رول ادا کر سکتی ہے' لیکن نفسیاتی اثر و تاثیر کے لیے ایک علیحدہ عدالت ہی ضروری ہے۔ عدالتی طریق کار میں تاخیری حربوں کے ازالے کا بندوبست بھی ہونا چاہیے' اور مختلف کارروائیوں کی تکمیل کے لیے مدت کا تعین بھی۔

۲۔ عدالت کے ساتھ ایک آزاد اور با اختیار محاسب یا پبلک پراسیکیوٹر کا ادارہ بھی ضروری ہے' جو تفتیش بھی کرے اور مقدمات بھی چلائے۔ ہر دستاویز' گواہ اور معلومات حاصل کرنے کا اسے اختیار ہونا چاہیے۔ اگر ایسا با اختیار ادارہ مناسب تفتیش شروع کر دے تو بہت سے مجرم عدالت سے پہلے ہی حوصلہ ہار بیٹھیں گے۔

لیکن صرف عدالت اور احتسابی عدالت کا قیام کافی نہ ہو گا۔ قانون میں چند ایسی دفعات کا اضافہ ضروری ہے' جو قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور خلفائے راشدین کی روایات سے ثابت ہیں۔ ان کو ماننے میں کسی مسلمان کو تامل نہ ہونا چاہیے۔

۳۔ قومی دولت کو لوٹنے کی یہ سزا بالکل ناکافی اور غیر مناسب ہے کہ صرف مجرم کو نااہل قرار دے دیا جائے' اسے ریٹائر کر دیا جائے' یا چند سال کے لیے جیل میں ڈال دیا جائے تاکہ جب وہاں سے نکلے تو اپنی لوٹ مار کے مال سے داد عیش دے۔ نہیں' جو قومی اموال اس نے غصب کیے ہوں یا ناجائز حاصل کیے ہوں وہ ضبط کرنے کا قانون بننا ناگزیر ہے' اگر احتسابی عمل کو موثر ہونا ہے۔ نبی کریمؐ سے یہی ثابت ہے۔

حضورؐ نے ابن اللتبیہ نامی ایک شخص کو تحصیل دار مقرر فرمایا۔ وہ زکوٰۃ جمع کر کے لائے اور اسے جمع کراتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کے لیے ہے اور یہ (باقی) مجھے تحفے دیے گئے ہیں۔ آپؐ نے ان تحائف کو ضبط کر لیا۔ [حالانکہ نہ یہ اسے کوئی رعایت دینے کے صلے میں ملا تھا' نہ کسی کا حق دینے کے صلے میں۔ گویا یہ کسی طرح رشوت کی تعریف میں نہ آتا تھا]۔ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا: میں تم میں سے بعض لوگوں کو ان امور کی انجام دہی کے لیے مقرر کرتا ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے مجھے حاکم مقرر کیا ہے۔ پھر ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بیت المال کا مال ہے' اور یہ مجھے ہدیہ دیا

گیا ہے۔ بھلا یہ شخص اپنے والدین کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا' پھر وہ دیکھتا کہ اسے تحائف دیے جاتے یا نہیں۔ آخر میں آپؐ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے یہاں تک کہ ہم نے آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی' پھر فرمایا: اے اللہ' کیا میں نے تیرا حکم پہنچا دیا؟ اے اللہ میں نے تیرا حکم پہنچا دیا! (بخاری' مسلم)

حضرت عمرؓ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے مقرر کردہ گورنروں اور عہدے داروں سے ان کے تقرر کے وقت ان کے اثاثہ جات کی تفصیل طلب کرتے اور اسے ریکارڈ میں رکھتے۔ پھر وقتاً فوقتاً ان کے اموال کا جائزہ لیتے رہتے۔ حج کے موقع پر تو مسلمانوں کی بین الاقوامی جنرل اسمبلی میں وہ حاضر ہونے کے پابند تھے' جہاں ان کے خلاف ہر شکایت کی دادرسی کی جاتی۔ کوئی بھی شکایت آتی کہ کسی گورنر نے وسائل سے زیادہ دولت جمع کر لی ہے تو اس کی بھی تحقیق کرتے۔ اور جن کے بارے میں یہ ثابت ہو جاتا کہ ان کے پاس اپنے وسائل سے زیادہ دولت ہے' ان کو اپنی دولت کی توجیہ کرنے کا حکم دیتے۔ جو توجیہ نہ کر پاتا' اس کی املاک کا نصف ضبط کر کے بیت المال میں داخل فرما دیتے۔ ایک دفعہ ایک شاعر نے اپنے اشعار کے ذریعے نو عہدے داروں کی دولت کی طرف اشارہ کیا۔ حجاج' جوزی' بشر' نافع' غلاب' عاصم' شبل اور ابن عرش۔ آپ نے ان سب کے خلاف تحقیق کر کے کارروائی فرمائی۔ (فتوح البلدان ' الفاروق)

آج ہمارے ہاں کوئی بڑا جاگیردار ہو' افسر ہو یا جنرل ہو' پولیس انسپکٹر یا کسٹم آفیسر ہو ---- ان کی دولت کا ان کی آمدنی سے موازنہ کرنا مشکل تو ہو سکتا ہے مگر ناممکن نہ ہو گا۔ لیکن حرام کمائی ضبط کیے بغیر بدعنوانیوں' رشوت خوری اور لوٹ مار کا تدارک کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

۴۔ اثاثہ جات کے اعلان (declaration of assets) کا اصول بھی حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے مقرر کیا' اور اس کو نافذ بھی کیا۔ ہر عہدے دار کے لیے یہ اعلان کرنا لازم ہونا چاہیے ۔ اس اعلان کو علانیہ بھی ہونا چاہیے اور اسے ہر شہری کو دستیاب بھی ہونا چاہیے ۔ اس اعلان کے مطابق مختلف اوقات میں اس کے اثاثوں کا جائزہ لینا بھی ضروری ہونا چاہیے ۔ اور جن اثاثوں پر ملکیت نہ ظاہر کی گئی ہو' یا جو بقدر آمدنی نہ ہوں' وہ قابل ضبطی ہونا چاہییں۔ اثاثوں کو بے نامی چھپانے کا تدارک بھی ضروری ہو گا۔

۵۔ مالی بدعنوانیوں اور رشوت کا گہرا تعلق مسرفانہ اور پرتعیش طرز زندگی سے ہے ۔ سرکاری کاموں کی انجام دہی کے سلسلے میں' ذاتی زندگی میں بھی۔ اسی لیے حضرت عمرؓ جس کو گورنر مقرر کرتے اس سے سب کے سامنے عہد لیتے کہ وہ (۱) ترکی گھوڑے پر سواری نہیں کرے گا' (۲) ململ اور مہین کپڑے نہیں پہنے گا' (۳) چھنا ہوا آٹا نہیں کھائے گا' (۴) دروازے پر چوکیدار نہیں رکھے گا'

(۵) اپنا دروازہ ہر حاجت مند اور فریادی کے لیے کھلا رکھے گا۔ ذاتی زندگیوں میں اس کا ازالہ تو تذکیر و ترغیب اور چند قانونی پابندیوں سے ہی ہو سکتا ہے' اور ان کو کرپشن کے ازالے کے لیے پیکج کا حصہ بنانا قرین حکمت نہیں۔ لیکن سرکاری دائرے میں جو اصلاحات جائزہ واحتساب کے نظام کے بغیر بہ آسانی ہو سکتی ہیں' وہ قانوناً کرنا چاہییں۔ ہمارے علم میں ہے کہ بے شمار وزرا کے ٹیلیفون بل لاکھوں کے آتے ہیں۔ یہی حال پٹرول کے خرچ اور دفاتر و رہایش کی آرایش و زیبایش کے مصارف کا ہے۔ ان پر بھی معقول پابندیاں لگ سکتی ہیں۔

عام طور پر باقی لباس' رہایش' سفر' اور دوروں پر اخراجات میں کمی کسی قانون سے نہیں ہو سکتی لیکن قوم کے منتخب اور کرپشن کے خاتمے کے دعوے دار حکمران اگر سادگی کے معیارات قائم کریں تو نچلے درجے کے عہدے دار بلکہ عوام الناس بھی ان کی پیروی کریں گے۔ النّاس عَلٰی دِینِ ملوکھم۔

بھارت سے ہماری دشمنی اور رقابت ہے۔ ہماری آبادیاں ایک ہی قسم کے معاشرتی' سیاسی اور اقتصادی پس منظر سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ کافر بھی ہیں اور آخرت کی جواب دہی پر یقین کے دعوے دار بھی نہیں۔ وہ ہم سے کئی گنا زیادہ بڑا طاقتور اور مال دار ملک ہے۔ تصویروں میں اس کی کابینہ کے وزرا کے لباس' فرنیچر اور وضع قطع کی سادگی دیکھ کر رشک و حسرت سے دل بھر آتا ہے۔ انگلستان میں کسی وزیر کی بیوی سرکاری گاڑی استعمال کرتی نہیں کہ اس کے پاس بل آجاتا ہے۔ بعض ممبران پارلیمنٹ نے مخصوص سوالات پوچھنے کے لیے پیسے لے لیے' ان کا شدید احتساب ہو گیا' نیا قانون بن گیا جس میں اس کو قابل سزا قرار دے دیا گیا۔ یہاں جب مالی بدعنوانیوں کے الزامات لگتے ہیں' خاص طور پر ذاتی دائرے میں' اور ہم ان رقموں پر نظر ڈالتے ہیں جن کی خاطر لوگ بدنام بھی ہوتے ہیں اور عہدوں سے دست بردار بھی' تو حیرت ہوتی ہے۔ یہ ہمارے ہاں کے لاکھوں کروڑوں کی لوٹ کھسوٹ کا کیا مقابلہ کریں گے۔

اسی لیے ایسے قانون یقیناً ضروری ہیں جو کرپشن کے ازالے کے لیے درکار ہوں' احتسابی مشینری بھی ناگزیر ہے' سزائیں لازمی ہیں ---- لیکن یہ سب چیزیں کبھی کافی نہیں ہو سکتیں جب تک ضمیر اور اخلاقی احساس زندہ نہ کیا جائے' حرام اور حلال کا احساس مضبوط نہ ہو' اور حرام سے بچنے کی فکر نہ ہو۔ مسلمان کو یہ غذا کہیں سے نہیں مل سکتی سوائے اللہ سے ملاقات اور وہاں اپنے اعمال کی جواب دہی پر یقین کے سرچشمے سے۔ اسی لیے اگرچہ حضورؐ نے وہ مال بھی ضبط کر لیا جو فرائض کی ٹھیک ٹھیک اہتمام ہونے کے باوجود بربنائے عہدہ ملا تھا' حضرت عمرؓ نے بھی پبلک عہدے داروں پر پابندیاں عائد کر رکھی تھیں' ان کا احتساب کرتے تھے اور انھیں سزائیں دیتے تھے ---- یہ سب ضروری تھا' اور

صرف تذکیر اور ضمیر پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا--- لیکن دراصل اسلام نے ہر انسان کے دل میں جواب دہی کا احساس ‘ احتساب کا اندیشہ اور اخروی سزاؤں کا خوف بٹھانے کو اولین ترجیح دی ہے ---اور یہی سب سے زیادہ کارگر تھا۔ اگر تمام تدابیر کے ساتھ ہم نے یہ نسخہ بھی اختیار کیا تب ہی ہم بڑی حد تک اس مرض پر قابو پا سکیں گے جس کی جڑیں انسان کی طبیعت میں بڑی گہری اتری ہوئی ہیں ‘ اور جس کے بارے میں بعض بہترین تربیت یافتہ افراد بھی الزامات ‘ فتنوں میں پڑنے اور سزاؤں کا مستحق بننے سے نہ بچ سکے۔

جب حضورؐ نے ایک تحصیل دار کو دیے گئے تحائف ضبط فرمائے ‘ تو بڑا بلیغ جملہ ارشاد فرمایا کہ "بھلا یہ گھر بیٹھا رہ کر تو دیکھے کہ اسے کتنے تحائف ملتے ہیں۔" اسی وقت آپ نے اپنے خطبے میں تذکیر بھی فرمائی۔ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ‘ جو کوئی کوئی بھی چیز لے گا ‘ وہ اسے اپنی گردن پر لادے قیامت کے دن آئے گا۔ اونٹ ہو گا تو وہ بلبلاتا ہو گا ‘ گائے ہو گی تو ڈکراتی ہو گی ‘ بکری ہو گی تو ممیاتی ہو گی"۔

زکوٰۃ کے بعد پبلک اموال کا دوسرا بڑا ذریعہ مال غنیمت تھا۔ زکوٰۃ کا تو حساب کتاب ہوتا تھا مگر جنگ میں تو مال غنیمت بے حساب ہوتا تھا اور اس پر قبضہ کر لینا بہت عام بات تھی۔ اس لیے اس بارے میں حضورؐ نے تعلیم و تربیت کا زبردست اہتمام فرمایا۔

ایک دفعہ آپؐ خطبہ دینے کھڑے ہوئے ‘ غنیمت میں خیانت کو اور اس کام کو بہت بڑا گناہ بتایا ‘ پھر فرمایا: "میں کسی سے اس حالت میں نہ ملوں کہ وہ قیامت کے دن آئے اور اس کی گردن پر اونٹ بلبلاتا ہو۔ وہ کہے یا رسول اللہ ‘ میری مدد کیجیے ‘ اور میں کہوں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا‘ میں نے تجھے اللہ کا حکم پہنچا دیا تھا---

[اسی طرح کسی کی گردن پر گھوڑا ہنہناتا ہو گا ‘ کسی کی گردن پر بکری ممیاتی ہو گی ‘ کسی کی گردن پر آدمی سوار چیخ رہا ہو گا اور کسی کی گردن سے کپڑے کا تھان لپٹا ہو گا--- ان میں سے ہر ایک کہے گا ‘ یا رسول اللہ ‘ میری مدد کیجیے ۔ ہر ایک سے میں یہی کہوں گا ‘ اب میں تیری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں نے تجھے اللہ کا حکم بتا دیا تھا] (بخاری و مسلم)

ذرا تصور کیجیے! ان سب چیزوں کو گردن پر اٹھانا تو پھر کچھ ممکن لگتا ہے ۔ آج کے ان لوگوں کا کتنا برا حال ہو گا جو اپنی گردنوں پر محل نما مکانات ‘ ہزاروں گز کے پلاٹ ‘ کارخانے ‘ عالی شان پوں پوں کرتی کاریں ‘ زیورات اور سوئس بنک اکاونٹوں کے سونے چاندی کے دہکتے ڈھیر لادے ہوئے آئیں گے اور رسول اللہؐ ان کی مدد کرنے سے انکار کر دیں گے ۔

آپؐ نے یہ عمومی اصول بیان فرمایا کہ "جو لوگ اللہ کے مال میں [اور مسلمانوں کا ہر مال ‘ اللہ

کا مال ہے] بغیر حق کے تصرف کرتے ہیں، ان کے لیے قیامت کے دن آگ ہے" (بخاری)۔ پھر آپ نے مختلف مواقع پر اس کی جو تفصیل بیان فرمائی، وہ دیکھی جائے تو مال کے بارے میں ان لوگوں کی ذکاوت حس پر کسی تعجب کی گنجایش نہیں رہ جاتی۔ حضورؐ کا ایک غلام مدعم کجاوا اتار رہا تھا کہ اسے ایک تیر لگا اور وہ مر گیا۔ لوگوں نے کہا، اس کو جنت مبارک ہو۔ آپؐ نے فرمایا" ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ چادر جو اس نے خیبر کے دن مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے لے لی تھی، اس پر آگ بن کر شعلہ مار رہی ہے" (بخاری، مسلم)۔ حضورؐ کے سامان پر کرکرہ نامی ایک شخص مامور تھا۔ وہ مر گیا تو آپؐ نے فرمایا، وہ دوزخ میں ہے۔ لوگ گئے تو دیکھا کہ اس نے مال غنیمت میں سے ایک کملی چھپالی تھی، (بخاری)۔

پھر آپؐ نے خیانت کے جرم پر پردہ ڈالنے والے کو بھی یہی وعید سنائی: "جو شخص خیانت کرنے والے کی حرکت کو چھپائے گا، وہ اسی کی طرح (سزا کا مستحق) ہوگا" (ابوداؤد)۔ پھر جو لوگ اعانت کریں، ان کا کیا بنے گا! اور وہ لوگ جو خائنوں کی طرف داری کریں! اس طرف داری سے، ایک دوسرے بیان میں، اللہ تعالیٰ نے سختی سے روکا ہے۔ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا۔ تم بد دیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو۔ (النساء ۴: ۱۰۵)

اس ذکاوتِ حِس کا نتیجہ تھا کہ لوگ اموال مسلمین کی ذمہ داری اٹھانے سے بھاگتے تھے۔ ایک دفعہ حضورؐ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: لوگو، تم میں سے کوئی ہمارے کسی کام کا ذمہ دار بنایا جائے، پھر وہ ایک سوئی یا اس سے بھی کم ہم سے چھپالے تو وہ خائن ہے، اور اسے لے کر قیامت کے دن حاضر ہوگا۔ ایک انصاری کھڑے ہوگئے اور کہا، یارسول اللہ، مجھ سے یہ اپنی ذمہ داری واپس لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا، کیوں تمھیں کیا ہوا؟ انھوں نے کہا: میں نے آپؐ کو یہ کہتے سنا ہے! فرمایا: ہاں میں اب بھی کہتا ہوں۔ (مسلم، ابوداؤد)

حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کے بیت المال (public treasury) کو مال یتیم قرار دیا۔ یہ ایک ایسی برمحل، اچھوتی و نادر اور جامع تشبیہ ہے کہ یہ اس وقت سے مسلمانوں کی روایات، پالیسی، نفسیات اور کردار کی بنیاد بن گئی۔ یتیموں کی طرح، مال کی پبلک بھی بے سہارا اور محتاج ہوتی ہے اور خود اپنے مال کی دیکھ بھال سے قاصر۔ جس کے ہاتھوں میں یہ مال دیا گیا ہے اس کے لیے اپنی ضرورت سے زیادہ اس مال میں سے لینا جائز نہیں، اور اگر ضرورت مند نہیں، تو اجتناب بہتر ہے۔ وہ اسے اللوں تللوں میں اڑا نہیں سکتا۔ اس کا فرض ہے کہ اس مال سے یتیموں کی کفالت اور پرورش کرے، اس کی حفاظت و افزایش کرے اور اسے یتیموں کی طرف ہی لوٹا دے۔ اگر سوچ اور کردار ایسا ہو کہ قومی دولت اور پبلک اموال کو مال یتیم ہی سمجھ کر معاملہ شروع کر دے، تو بدعنوانی، لوٹ مار اور

اسراف و تبذیر کی ساری برائیوں پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ جب ایسے خلفا آئے جنھوں نے بیت المال کو اپنی ذاتی جائداد سمجھ کر اپنے اوپر بھی خرچ کیا اور داد و دہش بھی کی تو سلف نے ہمیشہ یہی کہہ کر ان پر نکیر کی: یہ مسلمانوں کا مال ہے 'تم ان کی مرضی کے بغیر اس کو خرچ کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ جو پبلک اموال کو مال یتیم سمجھتا ہو وہ اس بارے میں احکام الٰہی سے غافل نہیں ہو سکتا: ایسا کبھی نہ کرنا کہ حد انصاف سے تجاوز کر کے اس خوف سے ان کے مال جلدی جلدی کھا جاؤ کہ وہ بڑے ہو کر اپنے حق کا مطالبہ کریں گے ـــــ جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں در حقیقت وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے (النساء ۴: ۶ تا ۱۰)

آخرت کی جواب دہی پر یقین سے ہی وہ احساس دیانت اور کردار امانت جنم لیتا ہے جو ایک پایدار اور عالی شان تہذیب اسلامی کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔ کسی نہ کسی درجے میں یہی یقین اور احساس دیانت و امانت حاصل ہو تو ہماری قوم کا یہ سنگین بحران قابو میں آنے کا امکان روشن ہے۔

ہمیں امید ہے کہ قوم اس ساز گار موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک طرف ایسے قوانین اور ادارے بنوانے میں کامیاب ہو جائے گی جو آج بھی اور کل بھی کرپشن کے ازالے کے لیے مناسب اقدامات کرنے کا دروازہ کھول دیں۔ دوسری طرف ہم اس سے بھی غافل نہ ہوں گے کہ انسان کے اس سب سے دیرینہ مرض کا علاج اس کے بغیر ممکن نہیں کہ ہم اس ایمان اور ان اقدار کو دلوں میں بسانے اور زندگی میں سمونے کی بھرپور کوشش کریں جس کی بنیاد پر قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری اجتماعیت 'تہذیب اور شخصیت کی بنیاد رکھی ہے۔

بنگلہ دیش میں ترجمان القرآن کے لیے رابطہ کا پتہ:

SAIYED RAFE SAMNAN

SAIYED PUBLISHING HOUSE

435 A/ 2 Elephant Road Bara Magh Barar Dhaka 1217

Phone: 8802417418